پاکستانی کرکٹ تاریخ کے دلچسپ واقعات

تحریر: سہیل احمد لون

کرکٹ ورلڈ کپ کا بخار انگلینڈ کے موسم کی طرح بھارت سے شرمناک شکست کے بعد یکدم ٹھنڈا ہو گیا۔ کہنے کو کرکٹ کھیل ہے مگر پاکستان میں واحد شئے ہے جو عوام کو مختلف گروہوں سے چاہے چند گھنٹوں کے لیے ہی صحیح ایک قوم بنا دیتی ہے۔ کرکٹ کی مقبولیت کے گراف کو دیکھ کر ہمیں اسے باقاعدہ نصاب کا حصہ بنالینا چاہیئے۔ ہمارے نصاب میں جنگ وجدل تو پہلے ہی بہت ہے جسے پڑھ کر نیوٹن، آئن سٹائن بننے کی بجائے محمد بن قاسم، محمود غزنوی اور غوری بننے کے خواب دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی ڈاکٹر عبدالقدیر یا ڈاکٹر عبدالسلام بن بھی جائے تو ایسا سلوک کرتے ہیں کوئی دوبارہ ایسا کرنے کا خواب نہ دیکھے۔ ہمارے ہاں مولوی یا کرکٹر کو زوال نہیں آتا، کرکٹ کا کھلاڑی ریٹائرمنٹ کے بعد بھی کرکٹ سے روٹی روزی کماتا ہے۔ کوئی کمنٹری بکس میں بیٹھ جاتا ہے کوئی کوچ بن جاتا ہے، کرکٹ بورڈ یا کرکٹ اکیڈیمی کو اپنے تجربے سے مستفید کرتا ہے اور اب تو اتنے ٹی وی چینلز ہیں کہ ان پر بیٹھ کر تبصرہ کر کے بھی عوام کی نظروں میں ہی رہتے ہیں۔ آج کرکٹ کے کھلاڑیوں کو جو سہولتیں اور مراعات مل رہی ہیں ماضی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ عبدالحفیظ کاردار کی کپتانی میں جب پاکستانی ٹیم نے 1954ء میں انگلینڈ کا دورہ کیا تو فضل محمود نے اوول ٹیسٹ میں تاریخی فتح دلوا کر پاکستان کی کرکٹ تاریخ میں پہلا سپر سٹار بننے کا اعزاز حاصل کیا وہ اپنی مردانہ وجاہت کی وجہ سے عمران خان کی طرح دنیا بھر میں مقبول تھے۔ اس فتح سے پاکستان کو دنیا میں پہچان بھی ملی ورنہ اس سے قبل دنیا میں اکثر ممالک میں پاکستان کو بھارت کا حصہ ہی تصور کیا جاتا تھا۔ اس دورے میں پاکستانی کرکٹ ٹیم کے ساتھ کوئی ریڈیو نمائندہ یا اخباری رپورٹر ساتھ نہیں آیا تھا۔ ٹیم کو ایک معمولی سے ہوٹل میں ٹھہرایا گیا تھا جہاں پر صرف بریڈ اینڈ بریک فاسٹ کی سہولت دی گئی تھی۔ کھلاڑیوں کو دس روپے یومیہ ملتا تھا جس میں وہ بمشکل گزارہ کرتے تھے اور اپنی لانڈری بھی خود کرتے تھے ہوٹل یا پاکستان کرکٹ بورڈ کی طرف سے ان کو یہ سہولت بھی میسر نہ تھی۔ پاکستان کی تاریخ میں تادم تحریر صرف چار امریکی صدور نے پاکستان کا دورہ کیا ہے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ چاروں صدور صرف مارشل لاء کے ادوار میں آئے کبھی کوئی امریکی صدر جمہوری دور میں پاکستان نہیں آیا۔ ایوبی دور 1959ء میں امریکی صدر آئزن ہاور نے پاکستان کا دورہ کیا تو اس وقت آسٹریلیا کی کرکٹ ٹیم بھی پاکستان کے دورے پر تھی۔ صدر ایوب اپنے مہمان صدر ہاور کو کراچی ٹیسٹ میچ دکھانے نیشنل سٹیڈیم لے گئے جہاں پاکستان کی بیٹنگ تھی۔ اس دن پاکستان نے سارا دن کھیل کر صرف 104 رنز سکور کیے جو ٹیسٹ میچ کی تاریخ میں ایک دن کے کھیل میں دوسرا ست ترین سکور ہے۔ شاید اسی اذیت کی وجہ سے امریکی صدر نے اپنے ملک میں کرکٹ کو مقبول نہ ہونے دیا۔ پاکستان میں تین بہنوں کا یہ عالمی ریکارڈ ہے کہ ان سب کے بیٹے پاکستانی ٹیم کے کپتان بنے۔ یہ اعزاز حاصل کرنے والی خوش نصیب مائیں محترمہ شوکت خانم جن کے بیٹے عمران خان ہیں جن کی کپتانی میں پاکستان نے واحد عالمی کپ جیتا، محترمہ اقبال بانو جن کے بیٹے سابق کپتان جاوید برکی تھے اور برکی خاندان کا قیام پاکستان سے قبل اور پاکستان بننے کے بعد بھی کرکٹ کے لیے بہت کام ہیں، اور محترمہ نائمہ صاحبہ کے بیٹے سابق کپتان ماجد خان تھے۔ پاکستان میں

محمد برادران کا مقام بھی بہت بلند ہے۔ پانچ میں سے چار بھائی ٹیسٹ کرکٹ کھیلے جبکہ پانچویں بھائی کی قسمت فرسٹ کلاس سے آگے تک نہ لے جاسکی۔ پاکستان کے پہلے لگاتار نوے ٹیسٹ میچوں میں حنیف محمد، وزیر محمد، صادق محمد اور مشتاق محمد میں سے کسی نا کسی نے نمائندگی ضرور کی تھی۔ ایک ٹیسٹ میچ میں یہ تین بھائی اکٹھے بھی کھیل چکے ہیں جو ایک ریکارڈ ہے بعد میں حنیف محمد کے بیٹے شعیب محمد بھی کامیاب ٹیسٹ کرکٹر بنے۔ اسی طرح لاہور کے رانا خاندان کی بھی کرکٹ میں بہت خدمات ہیں۔ لاہور میں کرکٹ 1840ء میں برٹش آرمی کی بدولت پہنچی اور انہوں نے یہاں منٹو پارک، لارنس گارڈن (باغ جناح) بنایا اور لاہور جمخانہ کی بنیاد رکھی۔ قیام پاکستان کے وقت لاہور میں دو بڑے کرکٹ کلب تھے۔ ایک ممدوٹ کلب تھا جو جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی سرپرستی سے چلتا تھا۔ جسے بعدازاں ذوالفقار علی بھٹو کی بھی سرپرستی رہی۔ دوسرا کریسنٹ کلب تھا جو مڈل کلاس طبقے کی نمائندگی کرتا تھا جسے لاہور کے رانا خاندان کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس کلب میں زیادہ تر کھلاڑی اسلامیہ کالج اور ایم اے او کالج میں پڑھتے تھے اور ان کا سیاسی پس منظر بھی مسلم لیگی تھا۔ رانا خاندان کے جمی رانا لاہور موچی دروازے کے رہائشی تھے جبکہ بھارتی ٹیم کے پہلے کپتان لالہ امرناتھ کا گھر شاہ عالمی گیٹ میں تھا۔ مسلم ہندو ہنگاموں میں لالہ امرناتھ کا گھر جلا دیا گیا اور وہ کمسنی میں تنہا رہ گئے۔ اندرون لاہور کی گلیوں میں بچوں کیساتھ کرکٹ کھیلتے ہوئی جمی رانا کی نظر لالہ امرناتھ پر پڑی تو اس سے پوچھا کہ وہ کہاں رہتے ہیں اور ماں باپ کون ہیں؟ جب پتہ چلا کہ وہ لاوارث ہیں تو جمی رانا اسے اپنے گھر لے آئے اور اسے adopt کر لیا مگر اسے مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہ کیا۔ لالہ امرناتھ فرسٹ کلاس کھیلنے کے بعد انڈیا کے کپتان بن گئے مگر اپنے محسن رانا فیملی کو تاحیات نہ بھولے۔ لالہ امرناتھ کے تین میں سے دو بیٹے سریندر اور مہندر امرناتھ ٹیسٹ کرکٹر بنے مہندر امرناتھ نے بھارت کو 1983ء کا عالمی کپ جتوانے میں اہم کردار ادا کیا۔ جبکہ تیسرا بیٹا راجندر امرناتھ لکھاری بنا جس نے لالہ امرناتھ کی بائیوگرافی بھی لکھی جس میں اس نے یہ تاثر دیا کہ لالہ امرناتھ اس لیے لاہور چھوڑ گئے تھے کیونکہ ان پر ممدوٹ کلب والوں نے انارکلی بازار میں لاٹھیوں سے حملہ کر کے مارنے کی کوشش کی تھی۔ لالہ امرناتھ ایک مرتبہ بھارتی ٹیم کے ساتھ کمنٹریٹر کے طور پر پاکستان بھی آئے۔ قیام پاکستان کے بعد لالہ امرناتھ کئی مرتبہ لاہور آئے ایک مرتبہ وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ لاہور آئے تو حسب روایت وہ رانا فیملی کے گھر گئے اور اپنی تہذیب کے تحت رانا فیملی کی چوکھٹ پر ماتھا ٹیک دیا اور اپنے دو بیٹوں کو بھی کہا کہ اس دہلیز پر ماتھا ٹیک دو اگر یہ مجھے پناہ نہ دیتے تو شاید آج دنیا مجھے نہ جانتی۔ مہندر امرناتھ کے ماتھے پر کچھ مٹی لگ گئی تو جمی رانا نے اسے اپنے رومال سے صاف کرنا چاہا تو لالہ امرناتھ نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ یہ اس گھر کی مٹی ہے جس نے مجھے پالا تھا اور اپنے ہاتھ سے مٹی مہندر امرناتھ کی پیشانی پر مل دی۔ رانا فیملی کے بعدازاں شفقت رانا، عظمت رانا، ٹیسٹ کرکٹر بنے اور شکور رانا امپائر بنے۔ شکور رانا دنیائے کرکٹ میں بہت متنازعہ امپائر بنے۔ 1987ء میں جب انگلینڈ کی ٹیم نے پاکستان کا دورہ کیا تو انگلش کپتان مائیک گیٹنگ کا مشہور تنازعہ کھڑا ہوا۔ اسی دورے میں شکور رانا نے جب اقبال قاسم کی گیند پر اوپننگ بلے باز کرس براڈ کو آؤٹ قرار دیا تو اس نے پویلین جانے سے انکار کر دیا۔ امپائر کو کہا کہ اس کے بلے کو گیند نے ٹچ نہیں کیا اس لیے وہ نہیں جائے گا۔ "You like it or lump it, I`m not going" اسکے بعد دوسری کریز پر کھڑے گراہم گوچ نے اسے پویلین جانے کے لیے راضی کیا۔ امپائر کے فیصلے کے خلاف اس حد تک جانے والا کھلاڑی آجکل آئی سی سی میچ ریفری کے فرائض

انجام دیتا ہےاوراگر کوئی کھلاڑی نظم وضبط کی خلاف ورزی کرے تو اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرتا ہے۔پاکستانی امپائر سے بدتمیزی کا گوروں کا پرانا وطیرہ ہے۔1955/56 میں انگلینڈ کی ٹیم نے پاکستان کا دورہ کیا تو انگلش کھلاڑی امپائر ادریس بیگ کے چند فیصلوں سے ناخوش تھے۔پشاور میں میچ تھا تو انگلش کھلاڑیوں نے شام کو ایک منصوبہ بندی کے تحت زبردستی امپائر کو اغواء کرکے اپنے ہوٹل کے کمرے میں لے گئے جہاں اسے شراب پینے کو کہا مگر ادریس بیگ نے انکار کر دیا۔اس کے بعد اس پر پانی سے بھری بالٹی انڈیل دی۔برطانوی میڈیا نے اسے مذاق کہہ کر سٹوری بنا دی۔دی ڈیلی ٹیلی گراف نے اسے "Umpire Baig had been the victim of `inocent mischief`." اسی طرح دی سن اخبار نے 'Umpire Idris Baig 'kidnapped as a prank یہ خبر لگائی۔امپائروں کی جانبداری سے تنگ آ کر بالآخر عمران خان نے کرکٹ کی تاریخ میں نیوٹرل امپائرنگ کو متعارف کروایا جسے آئی سی سی نے بعدازاں ہر فارمیٹ کی بین الاقوامی کرکٹ میں لازمی قرار دے دیا۔پاکستانی کرکٹ کے بہت سے تاریخی واقعات ہیں مگر حالیہ عالمی کپ کے تناظر میں جو سب سے اہم ریکارڈ بنا ہے وہ عالمی کپ کے مقابلوں میں بھارتی ٹیم سے شکست ہے۔1992ء سے یہ سلسلہ شروع ہوا 1996, ،1999، 2011,2007,2003 میں شکست کے بعد اب 2019ء کے عالم ی کپ کے مقابلے میں بھی بھارت سے ہارنے کا تسلسل برقرار ہے۔اس میں ٹی ٹونٹی کے عالمی کپ کو ابھی شامل نہیں کیا اس میں بھی یہی حال ہے۔اب تک بھارتی ٹیم گرین شرٹس کو سات مرتبہ عالمی کپ کے مقابلوں میں ہرا چکی ہے۔ویسے سات مرتبہ کسی کام ہو جانا عمومی بات نہیں ہوتی کیونکہ سات کا ہندسہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔سات رنگ، سات سمندر، سات آسمان، سات بڑے اعظم، زمین کی سات تہہ، موسیقی کے سات سر، خانہ کعبہ کے سات طواف، صفہ مروہ کے سات چکر، ہندوں میں شادی پر سات پھیرے، ہفتے کے سات دن، اور کہتے ہیں کہ ڈائن بھی سات گھر چھوڑ دیتی ہے۔یوں پاکستانی ٹیم کا بھارتی ٹیم سے عالمی کپ کے مقابلوں میں سات مرتبہ ہارنا بھی ایک خاص کارنامہ ہے۔کرکٹ کی تاریخ میں پاکستان وہ واحد ملک ہے جسکا سابقہ کپتان ملک کا وزیراعظم بنا ہے اور بقول وزیراعظم ''گھبرانا نہیں'' کیوکہ قدرت میں اکثر چیزیں صرف سات کے ہندسے کے گرد گھومتی ہیں، لہذا اس امید کے ساتھ کہ آٹھویں مرتبہ تاریخ بدل جائے گی کچھ وقت کے لیے یکجا ہوئی قوم پھر سے منتشر گروہ میں بدل جائیگی۔بعض اوقات ہم جیت کر وہ حاصل نہیں کر سکتے جو ہار کر حاصل کر لیتے ہیں، غلطیوں سے سبق......!! مگر اپنی حالت تو یہ ہے کہ غلطی کر دریا میں ڈال......!! سبق سیکھنے کے لیے تو ابھی عمر پڑی ہے۔ابھی تو میں جوان ہوں......! ٹیم اور ٹیم انتظامیہ میں بھی کئی بارہ سنگھے ایسا ہی سوچتے ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

16-06-2019